بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا

تنبیہ الشیعہ

ہدایت الشیعہ

حصہ دوم

مؤلف

علامہ مولانا ابوالیاس امام الدین کوٹلی سیالکوٹ

بسم الله الرحمن الرحيم

لا إله إلا الله محمد رسول الله

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

قبل ازیں میں نے ایک رسالہ مُسمّٰی بہ ہدایت الشیعہ لکھا تھا اُس میں یہ وعدہ کیا تھا کہ عنقریب اس کا دُوسرا حصہ بھی لکھوں گا، اب میں اس وعدہ کو پُورا کرتا ہوں اس رسالہ میں ان کے چند سُوالات کے جوابات صرف قرآن شریف سے ہی دیے تھے تا کہ لوگوں کو مَعلوم ہو جائے کہ شیعہ لوگ قرآن شریف کو کہاں تک مانتے ہیں۔

ہندو، آریہ، سکھ، بگمان خُود اپنی اپنی کتاب لئے بیٹھے ہیں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس پرمیشور کی کِتاب ہے مگر شیعہ مذہب ایسے ہیں کہ ان کے پاس کوئی کتابِ اِلٰہی ہے ہی نہیں بھنگیوں کی طرح ان کے زُبانی دعوے ہیں۔

حقیقتاً جو کتابِ الٰہی ہے جس پر مسلمانوں کا ایمان ہے اس کو تو یہ مانتے نہیں کہتے ہیں کہ جو قُرآن جبریل لایا تھا وہ ستّرہزار آیتیں تھیں:

عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام قال: اِنَّ الْقُرْآنَ الَّذِیْ جَاءَ بِہٖ جِبْرِیْلُ

عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلٰی مُحَمَّدٍ سبعة عشر ......آیات ۱۰ اصول کافی صفحہ ۱۷۱۔

یعنی امام جعفر صادق فرماتے ہیں:

تحقیق وہ قرآن جس کو جبریل محمد صَلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے تھے وہ ستاراں ہزار آیتیں تھیں۔

اب موجودہ قرآن میں سات ہزار کئی سو آیتیں ہیں معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن شیعہ لوگوں کا نہیں ہے وہ بڑا تھا کہ اب تک اس کی کسی کو زیارت بھی نصیب نہ ہوئی اُن کا تو قرآن ہی علیحدہ تھا جو ستر گز لمبا تھا جس کے عرض کا ذکر نہیں کہ کتنا چوڑا تھا دیکھو! اصول کافی صفحہ ۱۴۶۔

(نوٹ: اب کی گنتی اور تحقیق سے قرآن کریم کی کُل آیات ۶۶۶۶ ہیں، نیز اس جگہ فروع الکافی کے حوالہ سے عبارتِ درج بالا کا معنی سترہ آیات ہیں اور عبارت بھی غلط ہے میرے پاس فروع الکافی ہوتی تو میں اسے دُرست کر کے نقل کرتا۔ قادری)

عن ابی عبد اللّٰہ الخ وَاِنَّ عِنْدَنَا الْجَامِعَةَ وَمَا یُدْرِیْهِمْ مَا الْجَامِعَةُ قَالَ: قُلْتُ: جَعَلْتَ فِدَاکَ وَمَا الْجَامِعَةُ؟ قَالَ: صَحِیْفَةٌ طُوْلُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا بِذِرَاعِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

یعنی ابی بصیر امام جعفر صادق سے بیان فرماتے ہیں: انہوں نے فرمایا: ہمارے پاس ایک جامع ہے تمہیں کیا خبر کہ جامع کیا ہے میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہوں جامع کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ قرآن ہے جس کا طُول رسُولُ اللہ کے گز کے ساتھ ستر گز ہے۔

حضرت فاطمہ کا قرآن موجودہ قرآن سے تین حصہ زیادہ ہے۔

وَاِنَّ عِنْدَنَا مُصْحَفَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَمَا يُدْرِيهِمْ مَا مُصْحَفُ فَاطِمَةَ، قَالَ: مُصْحَفٌ فِيهِ مِثْلُ قُرْآنِكُمْ هٰذَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَاللّٰهِ مَا فِيهِ مِنْ قُرْآنِكُمْ حَرْفٌ وَّاحِدٌ (اصول کافی صفحہ ۱۴۶)

یعنی امام جعفر صادق فرماتے ہیں:

ہمارے پاس قرآنِ فاطمہ ہے تمہیں کیا معلوم کہ کیسا قرآن ہے۔

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ وہ قرآن تمہارے اس قرآن سے تین حصہ زیادہ ہے اور اس قرآن کا اس میں ایک حرف بھی نہیں ہے۔

اب بھی مسلمانوں کو شک ہے کہ یہ موجودہ قرآن کے منکر نہیں، ضرور منکر ہیں یہاں تک کہ اس کے ایک حرف کو بھی خدا کا کلام نہیں سمجھتے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ يَقُوْلُ:

مَا ادَّعٰى اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ اَنَّهُ جَمَعَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ كَمَا اُنْزِلَ اِلَّا كَذَّابٌ وَمَا جَمَعَهُ وَحَفِظَهُ كَمَا نَزَّلَهُ اللّٰهُ اِلَّا عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَلَا اَئِمَّةَ مِنْ بَعْدِهٖ (اصول کافی صفحہ ۱۳۹)

یعنی جابر روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر کو یہ کہتے سنا:

جو دعوہ کرے اس بات کا کہ قرآن سب جمع ہو گیا ہے جس طرح نازل ہوا تھا تو وہ جھوٹا ہے اس کو کسی نے سوائے حضرت علی کے جمع نہیں کیا نہ ہی کسی نے اس کی حفاظت کی ہے۔

پس شیعہ مذہب والوں کا اس موجودہ قرآن کو کلامِ خدا نہ سمجھنا جو اس کو منزل

من اللہ کہے اس کو جھوٹا کہنا انہی کے اماموں سے انہیں کی کتابوں سے ثابت ہو گیا' جس کو یہ کلامِ الٰہی کہتے ہیں وہ اس کا امام غار میں لے گیا جس کا اب تک شیعوں کو دیدار بھی نصیب نہیں ہوا۔

جب یہ قرآن جمع کیا ہوا شیخین وحضرت عثمانؓ کا ہے (نہ عند الشیعہ حضرت علی کا جمع کیا ہوا) تو یہ جھوٹ میں داخل ہوا، استغفر اللہ نعوذ باللہ معاذ اللہ۔

جب یہ قرآن جمع کیا ہوا اور دیا ہوا خُلفاء ثلٰثہ کا ہے اور شیعوں کے نزدیک وہ دشمنِ اِسلام تھے لہٰذا ان کے جمع کردہ عطا کردہ قرآن پر اعتبار ان کا ہو بھی نہیں سکتا تو پھر یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں' اگر یہ لوگ شرم کے مارے تقیہ کر کے کہہ دیں کہ ہم اس قرآن کو مانتے ہیں تو ان سے یہ اقرار لو کہ جو قرآن موجودہ نہ مانے یا محرف کہے یا ناقص کہے وہ بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اگر وہ اس قرآن کو مانیں تو ان کو یہ آیت پڑھ کر سناؤ، اور کہو کہ دیکھو تمہارے عقیدے میں حضرت علی پر کیا الزام آتا ہے۔

شیعوں کا حضرت علی پر بہتان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (پارہ۴، ع۲)

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿﴾

یعنی تم سب ان امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں تم اچھے

کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا کچھ لوگ ان میں سے مومن ہیں اور اکثر لوگ ان میں بدکار ہیں۔

خُدا تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ ان مسلمانوں کو مخاطب فرماتا ہے جو بوقتِ نزول اِس آیت کے موجود تھے یعنی صحابہ کرام کو بہترین امت فرمایا ان کی یہ صفت بیان فرمائی کہ نیک باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں اور ایمان والے فرمایا۔

خدا تعالیٰ تو صحابہ کرام کو ایمان والے اور بہترین اُمّت فرمائے اور شیعہ کہیں کہ وہ اِیمان دار نہ تھے، نعوذ باللہ! بتاؤ یہ سچے ہیں یا خُدا؟

نہیں خدا سچا ہے! شیعہ سراسر جھوٹے ہیں۔

بلکہ شیعہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام بَدتَر سے بَدتَر تھے ان میں ایمان نہ تھا،

انہوں نے ظلم کئے،

حضرت علی سے خلافت چھین لی ان کی گردن میں رسّی ڈال کر بہ جبر ان سے بیعت لی،

باغِ فدک کھولیا،

نمازِ تراویح جو بڑا گُناہ تھا رائج کی،

مُتعہ جیسی عبادت بند کی،

قُرآن کو بدل دیا،

اصلی قرآن کے نُسخے جلا دیئے،

تمام لوگوں کو بے دین کر دیا،

میں کہتا ہوں: یہ سب کچھ صحیح ہے تو یہ سارے کام حضرت علی کے رُو برو ہوئے انہوں نے نہ روکا۔

بتاؤ! پھر حضرت علی خیرِ اُمّت میں کس طرح داخِل ہو سکتے ہیں؟

اگر اُس وقت ڈر تھا تو اپنی خلافت میں ہی دُرُست کر دیتے' یہ ہے شیعوں کا حضرت علی پر بُہتان۔

اس آیت میں بزعمِ شیعہ امام مہدی کے زمانے کے لوگ بھی مُراد نہیں ہو سکتے کیوں کہ یہاں حاضر کے صیغے ہیں غائب کے نہیں، یہ ہو نہیں سکتا کہ حاضرین سے کوئی بھی نہ ہو' غائب ہی مراد ہوں' اس کی نظیر نہیں ملتی، اگر کہا جائے کہ اس آیت کے مخاطب حضرت علی ہیں تو یہ بھی غلط ہے کیوں کہ آیتِ ہٰذا میں جمع کے صیغے ہیں اور لفظ اُمّت خود جمع پر دال ہے نہ فردِ واحد پر۔

اگر مان ہی لیا جائے کہ حضرت علی ہی مُراد ہیں تو بموجب کُتُبِ شیعہ حضرت علی میں یہ اوصاف نہ تھے، جو اس آیت میں بیان ہوئے ہیں کیوں کہ

انہوں نے ظالموں کے ہاتھ پر بیعت کر لی،

ان کے سامنے قرآن کو تغیّر و تبدّل کیا گیا' اصلی قرآن کو جلا دیا گیا،

فدک غصب کیا گیا،

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے عزّتی کی گئی' مار پیٹ تک نوبت پہنچی،

مُتعہ حرام کیا گیا،

نمازِ تراویح رائج ہوئی،

مگر انہوں نے کچھ نہ کیا' بھلا ایسے شخص میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی

صفت کہاں ہوئی؟ پھر طُرہ یہ کہ اپنی خلافت میں بھی کچھ نہ کیا،

جب انہوں نے ناجائز کام رُوبرو ہوتے ہوئے دیکھے تو نہ روکا،

پھر وہ امت میں بہتر کیسے ہوسکتے ہیں؟ فتدبر۔

حضرت علی پر شیعوں کا دوسرا بہتان

تفسیر لوامع التنزیل جز ثانی صفحہ ۲۶۴ علامہ حائری لکھتے ہیں:

دلیل خامس حدیث متواتر، قال صلی اللہ علیہ وسلم:

اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَبَدًا کِتَابُ اللہِ وَعِتْرَتِیْ...... الخ۔

یعنی مکرر پیغمبر مخاطب بصحابہ دامۃ فرمود بتحقیق من درمیان شماد وشئے نفیس گرانمایہ وبہانہادم اگر شما متمسک ہر دو معاشدید اَبَدًا اِلَی الْآخِرَۃِ گمراہ نخواہید شد وآں کتاب ہذا واولادمن اندروعترۃ باجماع امۃ ائمہ اہلبیت وفاطمہ زہرا اند...... الخ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دو چیزیں چھوڑیں ہیں' ایک قُرآن' دوسری اہلِ بیت' اور فرمایا کہ ان دونوں کو نہ چھوڑنا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت علی نے اس پر عمل کیا ہے یا کہ نہیں' جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بعد (بقول شیعہ) لوگ مُرتد ہو گئے کتابِ الٰہی میں کمی بیشی کردی' وہی قرآنِ ناقص پھیلایا بلکہ اپنی خلافت میں بھی اپنا صحیح قرآن نہ پھیلایا یہی قرآن ناقص اپنی نمازوں میں پڑھتے رہے شیرِ خدا نے بھی ذرا دھمکی نہ دی جنہوں نے قرآن کو بدلا اور نہیں تو اپنی خلافت میں ہی مکمل قرآن شائع کرتے، بتاؤ!

حضرت علی نے کتاب اللہ کو کیا مضبوط پکڑا بلکہ (بقول شیعہ) وہ اس آیت کے مصداق بنتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتَابِ اُولٰٓئِکَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ وَلَعَنَھُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۞ (پارہ ۲ ع

جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اُتارا صاف حکم اور ہدایت بعد اس کے کہ ہم نے اسے بیان کر دیا تھا واسطے لوگوں کے کتاب میں یہی لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔

جب حضرت علی نے کتاب اللہ کو جمع کیا پھر اس کو چھپا رکھا تو اس آیت سے ان کو کیا درجہ ملا۔

جب خدا تعالیٰ نے فرما دیا تھا:

جَاھِدُوا الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ

یعنی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو!

لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ.

یعنی کافروں سے دوستی نہ کرو جن پر خدا کا غضب ہے۔

بتاؤ ان آیات پر حضرت علی نے کیا عمل کیا بلکہ خُلفاءِ ثلٰثہ کے ہم نوالہ ہم پیالہ رہے۔

اب عترت کو لیجئے! جب منافقوں نے جناب سیّدہ فاطمہ پر زیادتیاں کیں باغ فدک جو حق فاطمہ کا تھا وہ دشمنوں نے لے لیا منبر پر کھڑے ہو کر گالیاں دیں آپ کے شکم پر ایسی ضرب لگائی کہ حمل ساقط ہو گیا بتایئے ایسے موقعہ پر حضرت علی نے کیا

عترت کا ادب کیا ایسے موقعہ پر ادنٰی ایمان والا بھی جان دینے کو تیار ہو جاتا ہے باوجود قدرت کے اس قدر ظُلم و ستم دیکھ کر وہ خاموش رہتا ہے جس میں اِیمان کی بلکہ ایمان کے ساتھ غیرت کی بُو بھی نہ ہوگی۔

اس سے بڑھ کر دیکھئے وہی اصحابِ ثلٰثہ جس کو شیعہ کافر و مشرک کہتے ہیں، حضرت علی کی دُختر کو چھین کر نِکاح میں لائے یہاں تک کہ اولاد بھی ہوئی جس پر شیعہ لوگ آج تک پیٹ رہے ہیں مگر حضرت علی نے کچھ نہ کیا، کیا کوئی ایماندار ایسا کر سکتا ہے کہ طاقت ہوتے ہوئے لڑکی کفّار کے حوالہ کردے ہرگز نہیں! معلوم ہوا کہ شیعوں کے مسائل مَن گھڑت کو ماننے سے حضرت علی (معاذ اللہ! استغفر اللہ!) ملعون، غیر مومن، بُزدل اور کمزور ثابت ہوتے ہیں۔

شیعوں کا تیسرا بُہتان

قرآن شریف میں جابجا خدا نے فرمایا ہے: کہ مومن خُدا اور رسول کے تابع دار ہمیشہ مخالفوں پر غالب رہتے ہیں اور دشمن کافر و مشرک ہمیشہ مقہور و نامُراد رہتے ہیں چُنانچہ خُدا فرماتا ہے: (پارہ ۲۴ ع ۱۰)

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

یعنی ہم رسولوں اور ایمان والوں کو اس دنیا میں کامیاب کرتے ہیں اور مسلمانوں کی امداد کرتے ہیں۔

دوسری جگہ خدا فرماتا ہے: (پارہ ۲۱ ع ۷)

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞

یعنی ہم نے مُجرمین سے انتقام لیا اور ہم پر لازم تھا مومنوں کی مدد کرنا،

پھر فرمایا:

فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۞ (پارہ ٦ ع ١١)

پس تحقیق اللہ کی جماعت خلاصی پانے والے ہیں۔

پارہ ۴ ع ۴ میں فرمایا:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۞

یعنی تم ہی غالب ہو اگر ایمان دار ہو۔

اور یہ بھی فرمایا:

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ (پ ١٨، ع ١٢)

یعنی وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے تم میں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ ضرور خلیفہ کرے گا ان کو زمین میں،

اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ۞ (پارہ ١٧ رکوع ٦)

یعنی زمین کے مالک ہوں گے میرے نیک بندے۔

وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ (پارہ ٢٦ رکوع ١١)

رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اصحاب کافروں پر سخت ہیں۔

کافروں اور منافقوں کے حق میں ارشادِ خُداوندی

ھَمُّوْا بِمَالَمْ یَنَالُوْا (پ ١٠ ع ١٥)

یعنی وہ اپنے مطلب کو نہ پہنچے۔

مَالَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَانَصِيْرٍ ۞ (پ۱۰ع،۱۵)

یعنی مومنوں کا مطلب ناکام کرنے کے لئے کوئی ان کا مددگار نہیں یعنی کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا۔

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّالَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ (پ۴،ع،۷)

یعنی زُبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتی کہ مَغلوب ہوتے ہیں دل کی بات نہیں کہتے۔

وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (پ،۱۵،ع،۸)

یعنی نہیں ظالموں کو مگر خسارا یعنی ناکامیابی۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا مَلْعُوْنِيْنَ ۞

یعنی منافق اگر باز نہ آئے اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے شہر میں جھوٹی خبر اُڑانے سے تو البتہ ہم تجھ کو ان پر مُسَلَّط کریں گے نہ تمہارے قریب رہنے پائیں گے مگر بہت تھوڑے، ہیں پھٹکارے ہوئے۔ (پ،۲۲،ع،۴)

پھر خدا تعالیٰ اس دعوے کی تصدیق پر مثالیں بیان فرماتا ہے:

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ اِبْرَاهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ...... ۞ الخ.

یعنی کیا ان کے پاس پہلے لوگوں کی خبریں نہیں آئیں قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ ابراہیم کی اور مَدین والے لوگوں کی۔

میرے ناکام شیعہ دوستو!

قرآنِ مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ جب مومن اور کافر کا خدا کے دین قائم کرنے میں مُقابلہ ہوتا ہے تو جو خدا کی طرف ہوتا ہے وُہ کامیاب ہوتا ہے۔ گو اِبتداء میں اس کو تکلیفیں ملیں ایک دو دفعہ شکست بھی ملے مگر آخر کار اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے، جو جھوٹا مشرک کافر منافق ہوتا ہے وہ ناکام مقہور و نامُراد رہتا ہے اس کا مطلب پُورا نہیں ہوتا۔

مَیں خوش ہوتا ہوں کہ اس خُدائی اُصُول کے مُطابِق حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان اپنی مراد کو پہنچ گئے اور اس بات کا افسوس کرتا ہوں کہ آپ کے عقیدہ کے مُوجب حضرت علی بالکل مقہور اور ناکام رہے یعنی آپ کے قول کے مطابق حضرت علی برابر پچیس سال تک بے چارے مار پیٹ کھاتے رہے خلافت نہ ملی جب خُدا خُدا کر کے خلافت ملی تو حضرت معاویہؓ نے ساری عیش منغص کردی ابھی اس پر قابو نہ پائے تھے کہ ابن ملجم نے شہید کر ڈالا آپ کے بیٹے خلیفہ ہوئے مگر چھ مہینے گذرے تھے کہ باپ کی سنت کے خلاف ساری سلطنت اپنے باپ کے دشمن کے حوالہ کردی۔

آپ کے قول کے مُطابِق امام حسین کو جو ناکامی اور شکست کربلا کے میدان میں نصیب ہوئی جس کا اعتراف ہر کُوچہ و بازار اور درو دیوار پر سیاہ پوشی نیم ہوشی سر شکنی سینہ کوبی زنجیر بستنی جگر سوزی نالہ زاری اور بے قراری جیسی مختلف حرکات سے جب آپ کرتے ہیں تو ہم کو بھی رحم آجاتا ہے۔

ان کے بیٹے آپ کے قول کے مُطابِق اپنی ناکامی دیکھ کر برابر چالیس سال تک ایک گوشہ میں بیٹھے روتے رہے اور پھر آپ کی اولاد امام ابی جعفرؒ امام ابی عبداللہؒ

حضرت نقی و تقی حسن عسکری کھل کر بات بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی دیوار کے پیچھے سے سن کر خلیفۂ وقت کو جا کر کہدے پھر جان کے لالے پڑ جائیں پھر آپ کے عظیم الشان آخری امام اپنی ناکامی اور شکست کو محسوس کر کے ایسے بھاگے کہ پوچھنے پر پتہ نہیں ملتا پس آپ پر یہ سوال پیدا ہوتے ہیں۔

سُوالات

(۱) کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کرنے والے مسلمان اپنے مشن یعنی دینِ الٰہی کے رواج دینے میں کامیاب نہیں ہوئے؟

(۲) کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ پیغمبروں اور مسلمانوں کے مقابل دینِ الٰہی کے مٹا دینے کی کوشش کرنے والے مقہور ناکام نہیں رہے؟

(۳) کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہوئے حالانکہ آپ کے مزعومہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس بات کا اعتراف ہے۔

روضہ کافی صفحہ ۲۹۔ احتجاج صفحہ ۲۴۲ پر فرماتے ہیں:

متعہ حلال کر دیتا فدک اہل بیت کو واپس کر دیتا، جماعت تراویح بند کر دیتا مگر ابوبکر و عمر کا مشن کامیاب ہے کہ لوگ مجھ سے فی الفور باغی ہو جائیں گے کہ دیکھو اس نے عمر کی سنت یعنی اس کے مشن کو تبدیل کر ڈالا۔

(۴) کیا آپ کے مزعومہ حضرت علی حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کے مقابلے میں

کامیاب ہوئے؟

(۵) اگر حضرت ابوبکر وعمر وعثمان کامیاب ہوئے تو کیا بنے اور علی ان کے مقابلہ میں ناکام رہے تو وہ کیا ہوئے؟ صاف بات یہ ہے کہ عقائد شیعہ کے رُو سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ... داری ثابت نہیں ہوتے۔

خبردار! اے ابنِ سبا کی اُمّت

مَیں نے تجھے پہچانا تیرے اندر یہودیت کی رُوح بول رہی ہے خدا کی قسم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرگز ایک منٹ کے لئے بھی حضرت ابوبکر وعثمان کی مُخالفت نہیں کی بلکہ ہمیشہ معاون، مددگار، مشیر، سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے آپس میں بھائی، بھائی بالکل دوست دو مغز ایک پوست تھے۔

رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ﴿﴾

خُلفاءِ ثلٰثہ کامِل مومن تھے

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَۃِ لَنُغْرِیَنَّکَ بِھِمْ ثُمَّ لَایُجَاوِرُوْنَکَ فِیْھَا اِلَّاقَلِیْلًا مَلْعُوْنِیْنَ ﴿﴾

(پارہ ۲۲، رکوع ۴)

یعنی اگر منافق اپنی شرارت اور بدخیالی سے باز نہ آئے تو ہم تجھ کو ان کے برخلاف ورغلائیں گے پھر وہ تیرے نزدیک نہیں رہنے پائیں گے مگر تھوڑے دن لعنت کی زندگی سے۔

یعنی کافر منافق قیامت تک مدینہ منورہ شہر میں عزّت اور شان وشوکت کی

زندگی نہیں حاصل کرسکتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان اپنی ساری حیاتی اسی شہر میں نہایت شان وشوکت سے سلطنت کرتے رہے ہزاروں ان کے غلام لاکھوں ان کے خوشامدی مگر افسوس کہ تقیہ کرنے والوں کو یہ عزت حاصل نہ ہوئی۔

پس بھائیو! خدا نے کہا: کافر ومنافق مدینہ کے اندر عزت اور سلطنت حاصل نہیں کرسکتا حضرت ابوبکر وعمر وعثمان نے اسی شہر میں تادم زیست بڑی عزت پائی اور سلطنت کرتے رہے اگر خلفاء اربعہ کو مومن نہ مانا جائے تو خدا کا وعدہ جھوٹا ثابت ہوتا ہے جب خدا کا وعدہ سچا ہے تو معلوم ہوا کہ خلفاء ثلثہ کامل ایمان دار تھے اگر ایمان دار نہ ہوتے تو عزت اور سلطنت حاصل نہ کرتے۔

دلیل دوم

اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطَانٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡغَاوِیۡنَ

(پارہ ۱۴، رکوع ۲)

یعنی اے شیطان تو میرے بندوں پر ہمیشہ کے لئے قبضہ نہیں پائے گا یعنی ہمیشہ تو ان کو اپنی مرضی کے موافق نہیں چلا سکتا مگر جس نے تیری تابعداری کی گمراہوں میں سے ان سب سے جہنم کا وعدہ ہے۔

حضرات شیعہ کو معلوم ہونا چاہئے کہ پچیس سال تک خلفاء ثلثہ حضرت علیؓ امام حسن وامام حسین پر قابض رہے یعنی ان کو اپنی مرضی پر چلاتے رہے اپنے ماتحت رکھا یہ بزرگوار ان کی بیعت میں داخل ہوئے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ان کی غنیمت کا مال کھاتے رہے بلکہ حضرت امام حسین غنیمت کے مال سے لونڈی نکاح میں لائے جس

کی اولاد سب سیّد ہیں یہ حضرت عُمر کے جہاد کی غنیمت شُدہ شہر بانو تھیں اور حضرت ابا بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جہاد کی غنیمت شُدہ خَولہ بنت جعفر کو حضرت علی اپنے نکاح میں لائے ،اگر حضرات خلفاء ثلٰثہ مسلمان نہ تھے تو ان کا جہاد جہاد نہ ہوا، وہ دونوں لونڈیاں غصب ہوئیں تو وہ مسلمانوں کے لئے حرام ہوئیں تو بتاؤ سیّد کون ہوئے اور حضرت علی کس بات کے مستحق ہوئے اور خُدا کے بندوں میں سے حضرت علی ہوئے یا اصحابِ ثلٰثہ۔

دلیل سوم

خدا تعالیٰ منافقوں کا ذکر فرماتا ہے:

هَمُّوْا بِمَالَمْ يَنَالُوْا مَالَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَانَصِيْرٍ ۞

یعنی مومن اللہ کے دین کو رواج دینا چاہتا ہے ،اور کافر و منافق ایڑی اور چوٹی کا زور لگاتا ہے کہ حق کو دبا دے مگر اپنی مُراد کو نہیں پہنچتا اور مُلک بھر میں کوئی اس کا مددگار نہیں ہوتا۔ (پارہ ۱۰ع ۵)

شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے بعد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت حاصل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کو زور لگایا ایک گدھی پر بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سوار کر کے امام حسن اور حسین کو آگے کر کے ایک مہاجر کے گھر گئے ایک ایک انصاری کے در پر پھرے بہت روئے اور چلائے (اور بہت کوشش کی) ان کو اپنے حُقُوق جتلائے مگر کسی نے آپ کی مدد نہ کی اور حضرت ابو بکر سے آپ خلافت نہ لے سکے ،اب حضراتِ شیعہ اپنے عقائد پر خلافت کا انکار کرتے ہوئے حضرت علی

سے منافق ہونے کا ازالہ کریں۔

دلیل چہارم

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَۃِ لَنُغْرِیَنَّکَ بِہِمْ ثُمَّ لَایُجَاوِرُوْنَکَ فِیْہَا اِلَّا قَلِیْلًا مَلْعُوْنِیْنَ ۞

(پارہ ۲۲، رکوع ۴)

یعنی اگر منافق اور شرارت سے باز نہ آئے وہ مدینہ میں عزّت کی زندگی نہیں بسر کر سکتے، بلکہ لعنت کی زندگی بسر کریں گے۔

اور شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ فدک مانگنے گئیں، واپس آرہی تھیں کہ عمرؓ نے ان کو بُرا بھلا کہا ایک لات بھی ماری جس سے اسقاطِ حمل ہوگیا آپ کے گھر کو آگ بھی لگادی حملہ حیدری میں لکھا ہے۔

بدست عمر بود یک ریسمان　　دگر در کف خالد پہلوان
فگندند در گردن شیر نر　　کشیدند او را بر بوبکر

یعنی عمر اور خالد نے جا کر حضرت علی کی گردن میں رسّہ ڈالا، اور گھسیٹ کر ابو بکر کے پاس لائے۔

پس دونوں کی ذِلّتوں میں سے اس سے زیادہ ذِلّت اور بے عزّتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ کسی شریف آدمی کی عورت کو سرِ بازار لُوٹا جائے پھر اس پر سختی سے زَدوکوب کیا جائے کہ حمل گر جائے گھر کو آگ لگائی جائے شریف اور کنواری بیٹی غصب کر کے نا جائز استعمال کیا جائے۔ صافی کتاب الحجہ جز ۳ حصہ اول صفحہ ۲۸۲۔ فروع کافی جلد دوم

صفحہ ۱۴۱۔ گردن میں رسّی ڈال کر رُسوا کیا جائے اور یہ سب کچھ ہو بھی مدینہ میں' ذلّتیں منافقوں کی علامتیں ہیں۔

اب شیعہ صاحبان حضرت علی سے مُنافِقت دُور کر کے دکھائیں!

دلیل پنجم

خدا تعالیٰ قرآن میں منافقوں کا اس طرح ذکر فرماتا ہے:

یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّالَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ (پ۴،ع۷)

یعنی منافق کے دل میں کچھ اور ہوتا ہے اور زبان پر کچھ،

اور چونکہ مغلوب ہوتا ہے اس لئے دل کی بات نہیں کہہ سکتا۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی، ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت صرف زُبان سے تسلیم کرتے تھے، مگر دل سے نہیں مانتے تھے۔

مہربانی فرما کر مُنافِقت کی یہ علامت تمہارے عقیدہ کے مُوجب حضرت علی پر چسپاں ہوتی ہے اِسے دُور کریں' ہمارے نزدیک حضرت علی دل وجان سے خُلفاءِ ثلٰثہ کی خلافت کو تسلیم کرتے تھے۔

دلیل ششم

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (پ،۲۹ سورۃ مزمل)

تحقیق ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسُول جو شاہد ہے تم پر جیسا کہ بھیجا ہم نے فرعون کی طرف رسُول۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے اپنے رسولِ کریم صلّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کو حضرت موسیٰ علیہ الصّلاۃ والسّلام کا مماثل قرار دیا ہے کیوں کہ ان کے حالات ان سے بہت ملتے جلتے ہیں۔

جیسے موسیٰ علیہ والصّلاۃ والسّلام نے مصر سے ہجرت کی تھی اسی طرح رسول کریم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے مکّہ سے ہجرت کی فرق یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصّلاۃ والسّلام کے ساتھ تمام قومِ بنی اسرائیل تھی اور رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ایک رفیق تھا جس طرح فرعون نے حضرت موسیٰ کا پیچھا کیا تھا اسی طرح کفّارِ مکّہ نے حضور کا تعاقب کیا جس طرح فرعون اور اس کے لشکر کو اصحابِ موسیٰ دیکھ کر گھبرا گئے تھے اسی طرح کفّارِ مکہ کو نزدیک غار کے دیکھ کر حضرت ابو بکرِ صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرا گئے تھے، قرآن میں یوں آیا ہے:

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعَانِ قَالَ اَصْحَابُ مُوْسٰیٓ اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۞

پس جس وقت دونوں طرف کے آدمیوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو اس وقت موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ اب ہم پکڑے گئے۔

حضرت موسیٰ نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا میرا رب میرے ساتھ ہے کوئی صورت بچاؤ کی مجھے بتائے گا۔

اب دیکھئے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف! خدا فرماتا ہے:

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا...... الخ

جس وقت نکالا اس کو ان لوگوں نے جو کافر تھے دو میں سے دوسرے کو جب

وہ دونوں غار میں تھے، جب اس نے کہا ساتھی اپنے کو نہ غم کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

محققین نے اس میں بہت نکات بیان کئے ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی کلام میں معیت کو اوّل بیان اور رب کا نام بعد فرمایا یعنی مَعِیَ رَبِّیْ اور ہمارے نبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے پہلے اللہ کا نام بعد میں معیت کو ذکر فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام مُرید کا حق رکھتے تھے کیوں کہ آپ نے اپنے سے حق کی طرف دیکھا اور رسُولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حق سے اپنی طرف دیکھا۔

یعنی موسیٰ علیہ الصّلاۃ والسّلام نے پہلے اپنا ذکر کیا پھر خدا کا حضور نے پہلے خُدا کا ذکر کیا پھر اپنا ذکر کیا، پس مُرید اور مُراد میں یہ فرق ہے کہ مُرید کو جو کچھ کہا جائے کرتا ہے مُراد جو کچھ کہے وہ عمل میں لایا جائے۔

حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارادہ تھا کہ ہمارا قبلہ کعبہ ہو تو خُدا نے مان لیا فرمایا:

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (پ۲، رکوع ۱)

یعنی پھر دیں گے تجھ کو اس قبلہ کی طرف جس پر تم راضی ہو،

قیامت میں بھی خدا حضور کی رِضا پر کام کرے گا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۞

یعنی قریب ہے کہ دے گا تجھے تیرا رب پس تو راضی ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے معیّتِ خدا کے اوصاف سے بیان کی حضور صلّی اللہ وعلیہ وسلّم نے خدا کی ذات سے بیان کی قول موسیٰ مَعِیَ رَبِّیْ اور قول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ہے۔

اس سے حضور کے درجۂ عالی اور موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے درجہ میں فرق دیکھنا چاہئے!

حضرت موسیٰ علیہ الصّلاۃ والسّلام نے اپنی ہی ذات کے ساتھ فرمایا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے صاحب کو ساتھ رکھ کر جمع کے صیغے سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ خدا نے جو فرمایا ہے:

فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ کس چیز سے مدد کی وہ ذریعہ ابوبکر صِدّیق ہی تھے اس سے ثابت ہوا کہ ابوبکر کی رفاقت خُدا کی مدد تھی۔

ایسے نازک وقت میں گو اور بھی اصحاب موجود تھے مگر ان کو آپ نے پسند فرمایا اور ساتھ لیا جس سے نہایت وفاداری پر خدا اور رسول کو اعتماد تھا ورنہ کسی کو ایسے سفر میں کوئی رفیق نہیں کرتا۔

جو کچھ اس وقت میں مصیبت تھی وہ ان دونوں کے ساتھ مخصوص تھی اور جو اس کا اجر تھا اس میں بھی صدیق اکبر شامل تھے جو کسی کو بھی حاصل نہ ہوا۔

اِذْاَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے ثابت ہو رہا ہے کہ کفّار نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نکالا تھا ابوبکر کو تو کسی نے نہیں نکالا تھا انہوں نے خُود حضُور کی محبّت سے وطن چھوڑا آرام وراحت چھوڑی اس سے کیسا پختہ ایمان ثابت ہوتا ہے۔

صاحب کے لفظ سے ثابت ہوا کہ ابا بکر ساتھی تھے اور حضور کے ساتھیوں کی صفت قرآن میں پڑھو!۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ......

لاتحزن سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابا بکر کے ساتھ نہایت محبت تھی ان کا رنجیدہ ہونا حضور کو گوارہ نہ ہوا ان کو تسلّی دی، یہ ظاہر ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محب ومحبوب ہے وہ خدا کا محب ومحبوب ہے۔

اِنَّ اللہَ مَعَنَا میں ضمیر متکلم مع الغیر کی ہے جو موافق قاعدہ یہ چاہتی ہے کہ مُتکلّم کے ساتھ کم از کم ایک اور ہو معلوم ہوا کہ حضور نے اپنے لئے اور ابا بکر کے لئے معیّت بیان فرمائی۔

پس ثابت ہوا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی فضیلت حاصل ہے ان کی فضیلت میں کوئی نہیں ملتا، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ موت میں انہیں کو امام بنایا قبر میں بھی ساتھ رکھا۔

حدیث شریف میں آیا ہے: حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ یَفْشُی الْکَذِبُ (بخاری)

تمام زمانوں سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا جو ان کے مُتّصل ہیں پھر ان کا جو ان سے مُتّصل ہیں پھر پھیلے گا جھوٹ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تین زمانے بہترین ہیں ایک صحابہ کا دوسرا تابعین کا تیسرا تبع تابعین کا اس کے بعد میں جھوٹ ظاہر ہوگا۔

الحمدُ للہ! امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بہترین زمانوں میں سے ہیں جو لوگ ان کو بُرا کہتے ہیں اور ان کی پیروی نہیں کرتے وہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جھٹلاتے ہیں۔

نکتہ

قرنی کے چاروں حُروف ہیں ان سے خلفاء اربعہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے چاروں خلیفہ کے آخری حرفوں سے قرنی بنتا ہے۔

(ق) ابا بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری حرف ہے اور

(ر) حضرت عمر (فاروق) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور

(ن) حضرت عثمان (غنی ذُوالنُّورین) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور

(ی) حضرت شیرِ خُدا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، گویا حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ خلفاء اربعہ کا زمانہ سب سے بہتر زمانہ ہے، فہی المراد۔

خدا نے بھی اس بات کی تائید فرمادی اور فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا......الخ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کا وجود وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ سے ابا بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رُكَّعًا سُجَّدًا سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں، اور یہی پنجتن پاک ہیں جن کی محبت کا حکم ہو رہا ہے۔

حدثنی سیدی علی بن علی الرضا عن ابیہ عن آبائہ عن

الحسین بن علی علیہم السلام قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

اِنَّ اَبَابَکرٍ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ السَّمْعِ وَاِنَّ عُمَرَ بِمَنْزِلَۃِ الْبَصَرِ وَاِنَّ عُثْمَانَ

مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ الْفُوَادِ......الخ۔

یعنی حسین ابن علی کہتے ہیں: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

ابا بکر بمنزلہ میرے کان کے ہے اور عمر بمنزلہ آنکھ کے اور عثمان بمنزلہ دل

کے پس اس شیعوں کی حدیث سے بھی اصحاب ثلٰثہ کی فضیلت ثابت ہوئی۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ سنتے تھے ابا بکرؓ کے ذریعہ سنتے تھے

جو دیکھتے تھے وہ عمرؓ کے ذریعہ دیکھتے تھے اور جو سمجھتے تھے وہ عثمانؓ کے ذریعہ سمجھتے تھے

تب ہی تو خدا نے فرمایا:

لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ.

یعنی اے نبی تمہاری خاطر گذشتہ وآئندہ سب کی لغزشیں معاف کرے گا۔

یہ نہیں کہ ہاتھ پاؤں اور منہ کے گناہ معاف کرے گا اور آنکھ کان دل کے

گناہ معاف نہ کرے گا،

اور یہ کہنا کہ اصحاب ثلٰثہ کو ان اعضاء سے اس لئے تشبیہ دی ہے کہ خدا نے

فرمایا ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا.

یعنی کان آنکھ دل سب سے پوچھا جائے گا۔

افسوس شیعوں کے علم پر جنہوں نے اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا کہ اصحاب

مثلثہ کو پُوچھ ہوگی یہ نہیں خبر کہ کان آنکھ دل والے سے سوال ہوگا اس کی جواب دہی ان اعضاء والے پر ہوگی جس کے وہ اعضاء ہیں نہ یہ کہ ہر ایک کے اعضاء جُدا کر کے اعضاء کو پُوچھ ہوگی' بے فرمان ہوئے تو اعضاء کو دوزخ میں ڈالا جائے گا، اور اعضاء والے کو جنّت میں۔

خلافت کا بیان

حدیث: غزوۂ خیبر میں حضُور علیہ الصّلاۃ والسّلام نے فرمایا:

کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دُوں گا جو اللہ پر راضی ہوگا، اللہ اس پر راضی ہوگا اس کے نام پر فتح ہوگی صحابہ یہ سُن کر دل میں تمنا رکھتے تھے کہ ہمیں جھنڈا ملے گا آخر حضرت علی کو ملا۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب اوصاف جو حضور نے بیان کئے تھے اس کا مصداق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

ایسا ہی آیت وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ کا مصداق خلفاءِ اربعہ تھے۔

یعنی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ (پ ۱۸، ع ۱۲)

یعنی وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے تم میں

سے اور عمل کئے نیک، کہ البتہ خلیفہ کرے گا اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں جیسا کہ خلیفہ کیا پہلوں میں سے اور البتہ محکم کرے گا ان کے لئے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے لئے اور دے گا ان کو ان کے ڈر کے بدلے امن میری ہی بندگی کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، جنہوں نے کفر کیا اس سے پیچھے پس وہ لوگ گنہگار ہیں۔

صحابہ جو اس وقت موجود تھے ان سے خدا تعالیٰ چند وعدہ بصیغہ استقبال فرماتا ہے

ایک لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ انہیں خلیفہ کرے گا

دوسرا لَيُمَكِّنَنَّ ان کا دین محکم کرے گا،

اور تیسرا لَيُبَدِّلَنَّهُمْ . اور ان کے خوف کو امن میں بدلے گا۔

اس سے صاف ظاہر ہے ان وعدوں کا ظہور بہ نسبت زمانہ نزولِ آیت کے زمانہ آئندہ میں ہوگا، اول وعدہ یہ کہ خلیفہ کرے گا ان کو زمین میں، دوسرا وعدہ یہ کہ ان کا پسندیدہ دین ان کے لئے قائم کرے گا، تیسرا وعدہ یہ ہے کہ کفار دشمنانِ دین سے جو ان کو خوف ہے وہ امن سے بدل دے گا اور یہ وعدہ صحابہ سے ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۞ خدا تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ صحابہ میں سے کس کس کو یہ نعمت نصیب ہوئی، یہ اظہر من الشمس ہے کہ یہ نعمت خلفاء اربعہ کو ہی نصیب ہوئی، وہی اس آیت کا مصداق ہیں، اس آیتِ مذکورہ میں جو اوصاف ذکر کئے گئے ہیں وہ ان چاروں میں تھے، مثل حدیث غزوہ خیبر کے جب جھنڈا اسلامی سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا تو معلوم ہوا کہ جو حضور نے اوصاف بیان کئے تھے وہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہیں، ایسا ہی خلفاء اربعہ کو جانتے، خلافت بھی ملی، ان کا دین بھی ایمان بھی خدا کا پسندیدہ، امن بھی ان کو حاصل۔ توحید

قائم ،شرک سے کوسوں دُور الحمدُ للہ! خلفاء اربعہ کی خلافت ان کا کامل مؤمن ہونا اس آیت سے ثابت ہوا۔

شیعوں کی مُعتبر کتاب نہج البلاغت چھاپہ تہران صفحہ ۹۴ و ۹۵، میں حضرت علی کی مندرجہ ذیل عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وعدہ کے مُوعُود وہی لوگ ہیں جن کو سُنّی لوگ موعود مانتے ہیں یعنی خلفاءِ راشدین،

ومن کلامه علیه السلام بعمر بن خطاب لما استشاره عمر فی الشیخوص للقتال الفرس ان هذا الامرلم یکن نصره ولا خذ لانه بکثرةولا بقتلة وهو دین اللهالذی اظهره وجنده الذی اعده وامده حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونحن علی مو عود من الله .

اس کی شرح مصباح السالکین میں علامہ کمال الدین بن شنیم بحرانی نے ان الفاظ سے کی ہے:

ثم وعدنا بموعود هوالنصر والغلبة والاستخلاف فی الارض کما **قال الله تعالی وعد الله الذین آمنو منکم وعملو الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم وکل وعده من اللهفهو منجز لعدم الخلف فی خبره ......الخ.**

ترجمہ:۔ حضرت امیر علیہ السّلام کے کلام سے ہے جب مشورہ لیا ان سے حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملکِ فارس کے جہاد میں خود جانے کے لئے حضرت علی نے فرمایا اس دین کی مدد کرنا اور نہ کرنا قِلّت اور کثرت پر نہیں یہ اللہ کا دین ہے جس کو ظاہر کیا اور اسی کا لشکر ہے جس کو تیار کیا اور مدد کی یہاں تک پہنچا جہاں تک پہنچا اور نکلا جہاں سے

نکلا اور ہم اللہ کے وعدے پر یقین کئے ہوئے ہیں۔

شارح نے اس پر یہ لکھا ہے پھر وعدہ کیا ہم سے مدد اور غلبہ اور زمین کی خلافت کا جیسا کہ وعدہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان سے جو ایمان لائے اور کئے عمل نیک اس بات کا کہ خلیفہ بنائے گا ان کو زمین میں جیسا خلیفہ بنایا پہلوں کو،

پھر شارح لکھتا ہے:

اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہوئے ہیں کیوں کہ اس کے وعدے میں خلاف نہیں ہوسکتا پس حضرت علی سے بھی یہی ثابت ہوا کہ خلفاءِ اربعہ ہی اس آیت سے مراد ہیں۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا (پ،۲۸،ع،۱۹)

جس وقت خفیہ بات کہی نبی نے کسی بی بی سے۔

اس کی تفسیر شیعوں کی کتاب مجمع البیان میں یوں مذکور ہے:

اَخْبَرَ حَفْظَةَ اَنَّهٗ يَمْلِكُ مِنْ بَعْدِهَا بو بكر وعمر وعثمان

آپ نے پوشیدہ طور پر حفصؓہ کو خبر دی کہ میرے بعد مالک ابوبکر پھر عمر پھر عثمان ہوں گے۔

کیا اب بھی کسی مسلمان کو شک رہا ہے جبکہ شیعہ ہی قرآن سے خلافت خلفاءؓ ثلثہ کی ثابت کرتے ہیں تو پھر انکار کیسا؟

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ فَقَالَ: لَا اَدْرِيْ مَا بَقَائِيْ فِيْكُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ (ترمذی)

یعنی حذیفہ فرماتے ہیں:

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا:

پتہ نہیں کہ کب تک تم میں رہوں میرے بعد ابو بکر کی تابعداری کرنا پھر اس کے بعد عمر کی۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَنْ نُؤْمِرُ بَعْدَكَ قَالَ تُؤْمِرُوْا اَبَا بَكْرٍ تَجِدُوْهُ اَمِيْنًا الخ.

یعنی حضرت علی نے فرمایا: عرض کی گئی:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے بعد کون امیر ہوگا؟

آپ نے فرمایا:

ابا بکر تمہارا امیر ہوگا تم اسے امین پاؤ گے، مشکوۃ،

دیکھو! حضرت علی سے یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابا بکر کی اتباع ہے۔

علالتِ نبوی اور امامتِ نماز

امامت نہایت مشکل کام ہے اور صحابہ کرام کی امامت اور بھی مشکل تھی لیکن حضرت ابو بکر کو دو مرتبہ یہ عظیم الشان شرف حاصل ہوا، ایک بار بنو عمر بن عوف میں کچھ جھگڑا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصالحت کے لئے تشریف لے گئے نماز کا وقت آیا، تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور کہا کیا آپ نماز پڑھائیں گے؟

"بولے ہاں" اگر تم چاہو!

حضرت ابوبکر نے نماز شروع کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا۔
اور صف میں کھڑے ہو گئے لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کیں لیکن حضرت ابوبکر نم
میں اس قدر منہمک ہو جاتے تھے کہ ان کو مُطلق خبر نہیں ہوتی تھی، جب زیادہ زور
دیر تک تالیاں بجیں تو حضرت ابوبکر نے مڑ کر دیکھا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم
اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ اُٹھا
خُدا کا شکر ادا کیا اور پیچھے ہٹ آئے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم آگے بڑھے اور نماز پڑھائی نماز کے بعد حضر
ابوبکر سے پوچھا تُم اپنی جگہ پر کیوں نہ رہے؟ میں نے تو اجازت دی تھی۔

انہوں نے کہا پسرِ ابوقحافہ کی یہ مجال نہیں کہ آپ کے آگے کھڑا ہو کر نما
پڑھائے۔

لیکن جب آنحضرت علیل ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
خدمت انجام دینا پڑی آپ نماز کی اقامت خود فرماتے تھے جب مرض میں زیادتی
ہوئی اور مؤذن (بلال) نے آکر مطّلع کیا تو آپ نے فرمایا:

مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ.

ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں

یہ عشاء کا وقت تھا لوگ انتظار میں تھے لیکن حضرت عائشہ مزاحم ہوئیں اور
عرض کی کہ ابوبکر رقیق القلب ہیں جلد رونے لگتے ہیں آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے
تو نماز نہ پڑھا سکیں گے آپ حضرت عُمر کو فرمائیں کہ وہ پڑھائیں،

آپ نے پھر ابابکر کے لئے فرمایا:

پھر حضرت عائشہ نے مائی صاحبہ حفصہ کو کہا:

تم ہی حضرت عُمر کے لئے کہو!

مائی حفصہ نے بھی کہا:

پھر آپ نے فرمایا: تم یُوسُف والیاں ہو،

ابا بکر کو کہو! نماز پڑھائے (بخاری کتاب المغازی)

غرضیکہ ابا بکر نے نماز پڑھائی بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے تو آپ آگے ہو گئے، ابا بکر پیچھے ہو گئے اس حدیث سے پُورے طَور پر روشن ہو گیا کہ آپ اپنی زندگی میں ہی ابو بکر کو منصبِ امامت عطا فرما دیا تھا،

اعتراض

شیعوں کا یہ اعتراض کہ صحابہ نے ابا بکر کی اِقتداء کی ہوتی تو سقیفہ میں جب انصار دربارۂ خلافت جھگڑا کر رہے تھے کیوں نہ امامتِ ابا بکر کو بطورِ دلیل پیش کیا گیا؟

جواب

تو جواب یہ ہے کہ اس وقت امامتِ ابو بکر کو بطور دلیل پیش کیا گیا تھا،

دیکھو! حدیث جو حاکم نے مُستدرک اور ابو عمر نے استیعاب میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: لَمَّاقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: اَنْصَارٌ مِّنَّا اَمِیْرٌ وَّمِنْکُمْ اَمِیْرٌ قَالَ:

فَاَتَاہُ عُمَرُ قَالَ: یَامَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَ اَبَابَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ فَاَيُّكُمْ يُطِيبُ نَفْسَهُ اَنْ يَتَقَدَّمَ اَبَابَكْرٍ؟

فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ نَتَقَدَّمَ اَبَابَكْرٍ.

کہا عبداللہ بن مسعود نے جب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے رحلت فرمائی تو انصار نے کہا:

ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو!

کہا اس نے کہ حضرت عمر فاروق ان کے پاس آئے اور کہا:

اے گروہِ انصار کیا تم نہیں جانتے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابوبکر کو لوگوں کا امام بنایا تھا؟ پس تم میں سے کون ہے جو اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ اپنے نفس کو صدّیق پر مقدّم کرے؟

پس کہا انصار نے کہ نعوذ باللہ! کہ ہم یہ کام کریں، ہرگز نہیں

اس حدیث کو باقر مجلسی نے اپنی کتاب بحار الانوار کی جلد فتن میں استیعاب سے بلفظہٖ نقل کیا ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّهُ سَاَلَ النَّبِيَّ فَقَالَ:

اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْکَ؟

قَالَ: عَائِشَةُ،

فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟

فَقَالَ: اَبُوْهَا

فَقُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟

فَقَالَ: عُمَرُ بْنُ الْخِطَابِ (بخاری ومسلم)

یعنی عمرو بن عاص نے پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے:

کون شخص ہے لوگوں میں سے آپ کو بہت پیارا؟

آپ نے فرمایا عائشہ،

پھر عرض کیا کہ مردوں میں سے؟

آپ نے فرمایا: باپ اس کا۔

پھر پوچھا: بعد اس کے؟

آپ نے فرمایا: عمر بن خطاب۔

امیر المومنین حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے بھی امامتِ ابوبکر کی تصدیق فرمائی ہے چنانچہ کتاب اسد الغابہ میں ایک حدیث حسن بصری سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَدَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَابَكْرٍ وَّصَلّٰى بِالنَّاسِ وَاِنِّيْ شَاهِدٌ غَيْرُ غَائِبٍ وَاِنِّيْ لَصَحِيْحٌ غَيْرُ مَرِيْضٍ وَلَوْ شَاءَ اَنْ يُّقَدِّمَنِيْ لَقَدَّمَنِيْ فَرَضِيْنَا لِدُنْيَانَا مَنْ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَرَسُوْلُهٗ لِدِيْنِنَا بِلَفْظِهٖ

یعنی حسن بصری نے حضرت علی سے روایت کی، کہ حضرت علی نے کہا:

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کیا اور میں موجود تھا غائب نہ تھا تندرست تھا مریض نہ تھا اور اگر میری تقدیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہوتی تو ضرور مقدم فرماتے اس لئے ہم پر فرض ہوا کہ

ہم دنیا کے لئے اسی کو قبول کریں جیسے اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا ہے۔ ابن عساکر نے بھی بسندِ حضرت علی اسی حدیث کو قلم بند کیا ہے۔

پس ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ جب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صدّیق کو امامت کے لئے فرمایا تھا حضرت علی بھی اس وقت صحیح وسالم پاس موجود تھے اگر حضرت علی کو امامت دی ہوتی تو آپ ان کو فرماتے کہ نماز پڑھاؤ! یا کم سے کم صحابہ ہی اعتراض اُٹھا لیتے کہ آپ ان کو مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ کہہ دیا ہے اب دُوسرے کی کیا حاجت ہے مگر کسی نے نہیں کہا بلکہ اگر کہا ہے تو حضرت علی کو کہا ہے کہ خلافت مانگو،

چنانچہ بخاری میں حدیث ہے: مرضِ موتِ رسُولُ اللہ میں کہا، حضرت عبّاس نے علی سے کہ طلب کرلو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت اپنے لئے حضرت علی نے جواب دیا کہ مَیں نہیں طلب کرتا کیوں کہ ڈرتا ہوں اس بات سے کہ مانگوں تو آپ نہ دیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ سے خلافت مُراد نہیں۔

حضرت علی نے خُود فرمایا ہے:

مہاجرین وانصار کا منتخب کیا ہوا امام خُدا کا پسندیدہ ہوتا ہے اس کا ماننا سب مسلمانوں پر واجب ہے جو نہ مانے واجبُ القتل ہے۔

نہج البلاغت مجموعہ مصر صفحہ ۷ میں نہج البلاغت مع شرح کے صفحہ ۳۰۰ میں لکھا ہے:

انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان علی ما

بایعوهم علیه ولم یکن لشاهدان یختار ولا للغائب ان یردوا انما الشوری للمهاجرین والانصار فان اجتمعو علی رجل وسموه اماما کان ذلک لله رضیا فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الی ما خرج منه فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المؤمنین وولاه الله ماتولی .

یعنی تحقیق مجھ سے ان لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکر و عُمر و عُثمان سے بیعت کی تھی اور نہ حاضر کو اختیار ہے اور نہ غائب کو یہ کہ ردّ کرے، میری خلافت کو اور سوا اس کے نہیں کہ خلیفہ مقرر کرنے کے مشورہ کا حق مہاجرین وانصار کا ہے، اگر لوگ کسی شخص پر اکتفا کرلیں اور امام بنالیں وہ نزدیک اللہ کے بھی پسندیدہ ہے اگر کوئی ان کے حکم سے باہر نکلے کوئی اعتراض کر کے یا کوئی نئی بات نکال کر مسلمان اس کو اسی طرف واپس لائیں جس سے وہ نکلا ہے پس اگر وہ نہ آئے انکار کرے تو اسے قتل کر دو اس جرم پر کہ اس نے مسلمانوں کا طریقہ چھوڑ دیا ہے پھیر دے گا اللہ تعالیٰ اس کو جس طرف وہ پھرا ہے۔

ایک عجیب لطیفہ

جب بقول شیعہ اصحابِ ثلثہ مسلمان نہ تھے تو ان کا جہاد اسلامی جہاد نہ ہوا ان کا آپس میں لڑنا بڑھنا ایک دُوسرے کا حق غصب کر لینا عند الاسلام مسلمانوں کے لئے کب دُرست ہوسکتا ہے، غنیمت کا مال وہ حلال ہوتا ہے جو اسلام کی حفاظت کرنے پر لڑتے ہوئے ملے لڑنا محض خُدا کے لئے ہو نہ طمعِ مال کی خاطر اگر اصحابِ ثلثہ مسلمان نہ

تھے طمعِ دُنیاوی رکھتے تھے تو ان کا مالِ غنیمت کب مسلمانوں کے لئے جائز ہو سکتا ہے۔

دیکھئے! حضرت ابو بکر صدّیق نے اپنے جہاد کی اسیر شُدہ حضرت خَولہ بنت جعفر کو حضرت علی کی زَوجہ بنایا جن سے حضرت محمد حنیف پیدا ہوئے اور حضرت عُمرؓ فاروق نے اپنے جہاد کی اسیر شُدہ حضرت شہر بانو امام حُسینؓ کی زوجیت میں دی جس سے امام سجاد پیدا ہوئے اسی سے سب سید پیدا ہوئے اب بتاؤ اگر خلیفتین کا جہاد اسلامی جہاد نہ تھا تو بیگانی عورتیں جبراً چھینی ہوئی کب حلال ہو سکتی ہیں اور حلال نہ ہوئیں تو سیّد کو کیا لقب ملا۔

اب میں اس رسالہ کو یہاں ہی ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ تیسرے حصے میں باغ فدک کا بیان شروع کروں گا ناظرین غور سے پڑھیں اور انصاف کی داد دیں وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم۔